# ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

ولادت ۱۹۱۲ء وفات ۲۰۰۵ء

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان جبل پور (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ ناظرہ قرآن گھر پر پڑھا وہیں کے انجمن اسلامیہ ہائی اسکول میں ثانوی جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ علی گڑھ کالج سے ایم۔اے اور ناگ پور یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ۱۹۳۷ء میں پبلک سروس کمیشن پاس کر کے کنگ ایڈورڈ کالج امراؤتی (ہندوستان) میں اُردو کے استاد مقرر ہوئے۔ اس کے بعد آپ ناگ پور یونی ورسٹی میں صدر شعبۂ اُردو مقرر کیے گئے۔ ۱۹۴۸ء میں ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے آپ کو اُردو کالج کراچی میں صدر شعبۂ اردو کے طور پر تعینات کیا۔ علامہ آئی آئی قاضی نے آپ کو حیدر آباد سندھ یونی ورسٹی میں صدر شعبۂ اردو مقرر کیا۔

ڈاکٹر صاحب ایک بڑے عالم، محقق، مصنف، ماہر لسانیات، ماہر تعلیم اور سلسلۂ نقشبندیہ کے عظیم رہنما تھے۔ آپ کو اُردو، ہندی، فارسی، عربی اور انگریزی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ آپ کی علمی اور تصنیفی خدمات کی وجہ سے پاکستان کے مختلف اداروں نے تمغے، ایوارڈ اور سپاس نامے عطا کیے۔ حکومت پاکستان نے ''اقبال اور قرآن'' کتاب لکھنے پر صدارتی ایوارڈ ''ستارۂ امتیاز'' سے نوازا۔ آپ کی تحریر کردہ کتابیں پاکستان کی جامعات میں پڑھائی جاتی ہیں۔



# نظریۂ پاکستان

حاصلاتِ تعلّم: یہ سبق پڑھ کر طلبہ: (۱) روزمرہ کے لحاظ سے غلط فقرے درست کر سکیں۔ (۲) کوئی مضمون اپنے مشاہدے، علم، تجربات اور تخیل کے حوالے سے جامع انداز سے لکھ سکیں۔ (۳) مضمون نگاری سیکھ سکیں۔

مسلمانوں نے ہمیشہ رواداری کو اپنا شیوہ بنایا ہے لیکن جب کفر والحاد اپنا غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو مسلمان اس کے مقابلے کے لیے ڈٹ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ بادشاہ اکبر کی بے جا رواداری اور ملکی سیاست میں ہندوؤں کے عمل دخل کی وجہ سے ملک میں کافرانہ طور طریقے اس قدر رائج ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کی آزادی خود ان کے دینی معاملات میں بھی ختم ہو گئی تھی۔ چناں چہ اکبر کے آخری دور میں اسلام کی سربلندی کے لیے حضرت مجدّدِ الف ثانیؒ کھڑے ہوئے۔ آپ نے جہانگیر کے زمانے میں محض دین کی خاطر قید و بند کی سختیاں جھیلیں اور اسلامی قدروں کو نئے سرے سے فروغ دیا۔ ان کے اثر سے شاہ جہاں اور اس کے بعد اس کا بیٹا اورنگ زیب، دین کا خادم بنا لیکن اورنگ زیب کے بعد ہی اس کے بیٹوں کے باہمی نفاق اور کمزوری کی وجہ سے مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہو گیا۔ مرہٹوں اور ہندوؤں کے کئی گروپ نے سر اُٹھایا۔ انگریزوں نے اپنے قدم جمائے اور ملک میں انتشار پھیل گیا لیکن ایسے گئے گزرے حالات میں بھی قوم کو فروغ دینے اور اسلام کو سربلند کرنے کے لیے میسور

کے سلطان حیدر علی اور اس کے بیٹے سلطان ٹیپو نے ہندوؤں اور انگریزوں کا مقابلہ کیا۔ بلکہ افغانستان، ترکی اور پھر فرانس کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی لیکن ملک کے دوسرے سرداروں نے ساتھ نہیں دیا اور انھیں کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔

اسی زمانے میں شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے صاحبزادوں نے مسلمانوں کی اخلاقی اور معاشرتی برائیوں کو دور کرنے کی تحریک شروع کی۔

چناں چہ سنہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں مسلمانوں نے پھر اپنے قدم جمانے کی کوشش کی لیکن انگریزی اقتدار مستحکم ہو چکا تھا اس لیے انھیں کامیابی نہ ہوسکی۔ اس زمانے میں سرسیّد نے مجبوراً انگریزوں سے مفاہمت کو غنیمت جانا اور مسلمان قوم کی اخلاقی اور تہذیبی اصلاح پر توجہ دی اور اُن کے دلوں سے احساسِ کمتری کو دور کرنے کی کوشش بھی کی۔ سنہ ۱۸۸۵ء میں ہندوؤں نے کانگریس کی بنیاد ڈالی اور ظاہر یہ کیا کہ وہ ملک کی تمام قوموں کو ان کے حقوق دلوائیں گے۔ لیکن بعد میں پتا چلا کہ وہ صرف اپنے حقوق کا تحفظ چاہتے تھے۔ اُنھوں نے مسلمانوں کو ان کے کاروبار سے بھی محروم کرنے کی کوشش کی اور وہ سرکاری ملازمتوں پر بھی قابض ہوگئے۔ نیز اُنھوں نے مسلمانوں کی مشترکہ زبان اُردو کے مقابلے میں ہندی کو قائم کردیا۔ سرسیّد نے مسلمانوں کو ہندوؤں کی اس کانگریس اور ان کی سیاست سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی پھر سرسیّد کے ایک رفیق نواب محسن الملک نے سنہ ۱۹۰۶ء میں کل ہند مسلم لیگ کے نام سے مسلمانوں کی ایک الگ تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ یہ تنظیم ڈھاکے میں قائم ہوئی تھی جہاں ہندوؤں نے سازش کر کے مسلمانوں کو زک پہنچانے کے لیے مشرقی بنگال اور آسام کا وہ صوبہ جس میں مسلمانوں کی اکثریت تھی، ختم کرادیا اور سنہ ۱۹۱۱ء میں



اسی علاقے کو پھر بنگال میں شامل کرادیا۔

اسی زمانے میں پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی جس میں انگریز کا مقابلہ جرمنی سے ہوا اور ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا۔ ہندوستان کے مسلمان چوں کہ ترکی کے سلطان کو حجاز کی خدمت کرنے کی وجہ سے خلیفۂ اسلام سمجھتے تھے، اس لیے اُنھوں نے مالی اور طبی امداد بہم پہنچائی جس کی وجہ سے حکومتِ برطانیہ کو مسلمانوں سے عناد پیدا ہوگیا۔ لیکن اُنھوں نے یہاں کے مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا کہ اگر ہم کو اس جنگ میں فتح حاصل ہوگی تو ہم کسی طرح بھی ترکی کو مزید نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ یہ وعدہ محض فریب تھا۔ چناں چہ جب انگریزوں کو فتح حاصل ہوئی تو وہ اپنے وعدے سے پھر گئے اور انھوں نے ترکی کی وسیع سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے۔ یہاں کے مسلمانوں کو اس فریب کی وجہ سے بہت تکلیف پہنچی اور اُنھوں نے خلافت کے تحفظ کے لیے مولانا محمد علی جوہر اور ان کے بڑے بھائی مولانا شوکت علی کی رہنمائی میں تحریکِ خلافت شروع کی لیکن اس زمانے میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے ''شدھی تحریک'' شروع کی اور ان کو ختم کرنے کے لیے ''سنگٹھن تحریک'' بھی شروع کی۔ پھر سنہ ۱۹۲۸ء میں کانگریس نے جونہرو رپورٹ شایع کی اس میں مسلمانوں کے لیے علیحدہ نمائندگی کا اصول جو وہ بارہ سال پہلے تسلیم کرچکے تھے بالکل نظر انداز کردیا۔ پھر تو مسلمانوں میں بڑا جوش پیدا ہوا اور اُنھیں یقین ہوگیا کہ چوں کہ ان کا دین، اُن کی تہذیب اور ان کی معاشرت سب کچھ غیر مسلموں سے مختلف ہے، اس لیے کسی حالت میں ہندوؤں سے تعاون نہیں ہوسکتا۔ چناں چہ سنہ ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے الہ آباد والے اجلاس میں علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن (پاکستان) بنانے کی تجویز پیش

کی۔چار سال کے بعد جب قائداعظم محمد علی جناحؒ نے مسلم لیگ کی صدارت کا مستقل عہدہ قبول کیا تو اُنھوں نے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش شروع کر دی۔ آخر کار ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء کو اُنھوں نے لاہور کے اجلاس میں واضح طور پر اعلان کر دیا کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، وہاں ایک آزاد مسلم ریاست قائم کی جائے۔اس اعلان کو ''قراردادِ پاکستان'' کہتے ہیں جس کی رُو سے مسلمانوں کی آزاد اور خود مختار حکومت قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔

یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ دنیا میں قومیت کی تشکیل کی دو بنیادیں ہیں۔ایک وہ جو مغربی مفکرین نے قائم کی ہے۔دوسری وہ جو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قائم کی ہوئی ہے۔اہلِ مغرب نے خاندانی، نسلی اور قبائلی بنیادوں میں ذرا وسعت پیدا کر کے قومیت کی بنیادیں جغرافیائی حدود پر استوار کیں اور کہا کہ قوم وطن سے بنتی ہے۔اس نظریے کی وجہ سے دنیا کے انسانوں کے درمیان تباہی کا جو دروازہ کھلا، وہ دو عالمی جنگوں کے ہونے سے بہ خوبی ظاہر ہے۔یہ وطنی قومیت ہی کی بنیاد پر لڑی گئیں اور یہ وطنی قومیت جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو تحفظ دینے میں تو بالکل ہی ناکام تھی کیوں کہ جنوبی ایشیا کے مسلمان اس نظریے کے تحت ایک مجبور اقلیت بن جاتے۔

قومیت کی دوسری بنیاد وہ ہے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملت اسلامیہ کی تشکیل کرتے وقت قائم فرمائی اور جو مغرب کے تصورِ قومیت سے جدا ہے، جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے بھی فرمایا ہے:

؎ اپنی ملّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر    خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی
اُن کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار    قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری



مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت ہے جو لَا اِلٰہ اِلا اللہ پر قائم ہے، یعنی یہ کہ نسل، رنگ اور وطن کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایک نظریے، ایک عقیدے، ایک کلمے کی بنیاد پر وجود میں آئی ہے اور اس نظریاتی پہلو کو نمایاں کرنے کے لیے اسے ملت کہا گیا ہے۔ایسی نظریاتی قومیت میں ہر نسل، ہر رنگ اور ہر جغرافیائی خطے کے لوگوں کے لیے جگہ ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جنوبی ایشیا کے مسلمان جن میں ہر نسل، ہر رنگ اور مختلف جغرافیائی خطوں کے لوگ شامل تھے، اُن کو ایک ایسی قوم کے ماتحت اقلیت بن کر رہنا منظور نہ تھا جو اسلامی قومیت کے برعکس ذات پات، چھوت چھات اور بت پرستی کے بندھنوں میں جکڑی ہوئی تھی۔چناں چہ اُنھوں نے اپنی جداگانہ قومیت یعنی اسلامی قومیت کی بنیاد پر اپنے لیے ایک جدا وطن کا مطالبہ کیا، جس میں وہ اپنے عقیدے، اپنے نظریۂ زندگی، اپنے طرزِ معاشرت کے مطابق زندگی بسر کر سکیں اور ایک مسلمان کی حیثیت سے دورِ جدید کے چیلنج کا مقابلہ کر کے اپنے مستقبل کو سنوار سکیں۔

ہمیں اس بات کو بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ نظریۂ پاکستان میں اسلامی زندگی اور قدروں کا تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔اخوت، مساوات، عدل، دیانت، خدا ترسی، انسانی ہمدردی اور عظمت کردار کے بغیر نظریۂ پاکستان کو فروغ نہیں ہو سکتا۔نظریۂ پاکستان کا مقصد محض ایک حکومت قائم کرنا نہیں تھا کیوں کہ مسلمانوں کی حکومتیں ایشیا اور افریقہ میں پہلے سے موجود تھیں۔نظریۂ پاکستان کا مقصد اسلامی اصولوں کی ترویج و اشاعت اور اہلِ عالم کے لیے مثالی مملکت کا نمونہ فراہم کرنا ہے۔

پاکستان قائم کرنے کا فیصلہ ہندوؤں کو بہت ناگوار گزرا۔ اُنھوں نے پوری کوشش کی کہ یہ مملکت قائم نہ ہونے پائے۔ ان کے پاس دولت اور طاقت تھی۔ جنوبی ایشیا میں ان کی اکثریت تھی لیکن چوں کہ قیامِ پاکستان کا مطالبہ حق اور انصاف پر مبنی تھا، اس لیے حکومتِ برطانیہ کو مجبور ہونا پڑا اور قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی پر خلوص قیادت، مسلمانوں کے یقین، اتحاد اور عملِ پیہم کی وجہ سے ۱۴؍ اگست سنہ ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔

پاکستان نے اپنے قیام سے اب تک بڑی ترقی کی ہے اور اس کا شمار دنیا کے اہم ملکوں میں ہوتا ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان اور زیادہ ترقی کرے اور ہمیشہ ترقی کرے تو ہمیں نظریۂ پاکستان کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنا پڑے گا۔ اس کی بدولت ہم پاکستان کو زیادہ مستحکم اور شاندار بنا سکتے ہیں۔

نظریۂ پاکستان کا مقصد پاکستان کو ایک اسلامی اور فلاحی مملکت بنانا ہے۔ ہمیں ایسا کوئی قدم نہیں اُٹھانا چاہیے جس کی وجہ سے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ ہمارا جینا اور مرنا پاکستان کے لیے ہونا چاہیے۔ قومی مفاد کے سامنے ذاتی مفاد کو دل سے نکال دینا چاہیے۔ ہر قسم کی گروہ بندی سے بالاتر ہو کر تمام پاکستانیوں کی فلاح و بہبود کی کوشش کرنا نظریۂ پاکستان کو فروغ دینا ہے۔ اگر ہم نے نظریۂ پاکستان کو پیشِ نظر رکھا اور اپنی سیرت اور کردار کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی تو دنیا کی دوسری قوموں میں بھی ہمیں امتیاز حاصل ہوگا اور ہم اسلامی اصولوں کی روشنی میں پاکستان کو توانا، مستحکم، شاندار اور پُرعظمت بنانے میں پوری طرح کامیاب ہوں گے۔



## مشق

سوال۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) نظریۂ پاکستان کا مفہوم مختصراً بیان کیجیے۔

(ب) شاہ ولی اللہؒ کی تحریک کا مقصد کیا تھا؟

(ج) سر سیّد احمد خان کا ہندو اور مسلمان قوموں کے بارے میں کیا نظریہ تھا؟

(د) کانگریس کا اصل مقصد کیا تھا اور مسلم لیگ کا قیام کیوں عمل میں آیا؟

(ہ) دنیا میں قومیت کی تشکیل کے دو بنیادی نظریے کون کون سے ہیں؟

سوال۲: ''نظریۂ پاکستان'' کے سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

سوال۳: اپنے دوست کو ایک خط لکھیے جس میں بتائیے کہ ہمیں نظریہ پاکستان کے تحفظ کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

سوال۴: درج ذیل دُرست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔

(الف) اسلام کی سربلندی کے لیے کھڑے ہوئے:

(۱) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان
(۲) حضرت مجدد الف ثانیؒ
(۳) مولانا شوکت علی
(۴) مولانا محمد علی جوہر

(ب) ہندوؤں نے اردو زبان کے مقابلے میں قائم کی:

(۱) انگریزی زبان
(۲) فارسی زبان
(۳) سنسکرت زبان
(۴) ہندی زبان

(ج) پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی:

(۱) ۱۹۱۰ء

(۲) ۱۹۱۱ء

(۳) ۱۹۱۲ء

(۴) ۱۹۱۴ء

(د) نظریۂ پاکستان کا مقصد ہے:

(۱) اسلامی اصولوں کی ترویج کرنا

(۲) سیاست کرنا

(۳) اسلامی وفلاحی مملکت بنانا

(۴) اسلامی اصولوں کا یاد کرنا

(ہ) ہمارا جینا مرنا ہونا چاہیے:

(۱) اپنے لیے

(۲) دوستوں کے لیے

(۳) پڑوسیوں کے لیے

(۴) پاکستان کے لیے

❁ درج ذیل مثالوں پر غور کیجیے:

۱- تم ''اچھے بھلے'' پڑھے لکھے آدمی ہو، کوئی ڈھنگ کا کام کرو۔

۲- وہ ''اچھا خاصا'' امیر آدمی ہے، پھر بھی اپنی غریبی کو روتا رہتا ہے۔

۳- دونوں بھائیوں میں بس ''اُنیس بیس'' کا فرق ہے۔

ان فقروں میں واوین کے درمیان الفاظ روزمرّہ کی مثالیں ہیں۔



سوال ۵: اب آپ ذیل کے فقروں کو روزمرّہ کے مطابق درست کیجیے:

۱- لگتا ہے اب اس شہر سے ہمارا پانی دانہ اُٹھ گیا ہے۔

۲- ارے بھائی! بہت دنوں بعد نظر آئے، کیا چال حال ہے۔

۳- بڑی دوستی تھی دونوں میں، لیکن آج کل کچھ بن اَن ہے۔

## سرگرمی

(۱) تحریک پاکستان کی اپنی پسندیدہ شخصیت پر سو الفاظ کا مضمون اپنی کاپی میں لکھیں۔

**ہدایات برائے اساتذہ:**

(۱) طلبہ کو مضمون نگاری کے بارے میں مفصّل سمجھائیے۔

(۲) روزمرّہ کے لحاظ سے غلط فقرے درست کرنے کی مشق کرائیے۔